السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سرکاری ملازمین کی تنخواہ کا کچھ حصہ ان کی ملازمت گریڈ اور تنخواہ کے لحاظ سے جبراً کاٹ لیا جاتا ہے جسے جی پی فنڈ کہا جاتا ہے اور بنکوں کے طریق کار کے مطابق اس پر سالانہ منافع یا سود بھی جمع ہوتا رہتا ہے

: یہ رقم اس سرکاری ملازم کو ریٹائرمنٹ کے موقعہ پر اصل مع زائد ۔ ادا کی جاتی ہے ۔ اب کہ جواب طلب امور یہ ہیں کہ

(1) کاٹی گئی مقدار سے زائد وصول کرنا اس ملازم کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(2) جائز نہیں تو وہ شخص اسے وصول کرے یا نہ کرے ؟ کیونکہ اگر وہ وصول نہ کرے تو متعلقہ محکموں کے افسران اور کارندے کھا جاتے ہیں ۔

(3) اور جو شخص اسے وصول کرچکا ہو اب اس رقم کو کہاں خرچ کرے ؟

براہ کرم ان پیش آمدہ سوالات کا شرعی حل پیش فرمائیں اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ مثلاً آج سے تیس برس قبل جو رقم کاٹی گئی آج اگر اتنی ہی واپس ملے تو اس کی مالیت پہلے کی نسبت کہیں کم ہو چکی ہے ۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

ہر سرکاری ملازم کی تنخواہ سے حکومت جو مخصوص نسبت سے کٹوتی کرتی ہے پھر ملازمت کے اختتام پر اسے بمعہ سود متعلقہ شخص کو ادائیگی کی جاتی ہے چونکہ فعل ہذا ملازم کی رضامندی سے نہیں ہوتا اس لیے وہ بری الذمہ ہے ۔

اور جہاں تک سودی رقم کی وصولی کا تعلق ہے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

انسان اس کو وصول کرے یا چھوڑ دے بظاہر دونوں صورتوں میں قباحت معلوم ہوتی ہے لیکن چھوڑنے میں قباحت زیادہ ہے ممکن ہے سرکار اس مال کو ایسے مشن پر صرف کردے جہاں اسلام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا کارندے خود ہی ہضم کر جائیں لہذا ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ سودی مال وصول کر لیا جائے ۔

اس کا کھانا چونکہ حرام ہے اس لیے حرام مال کو حرام رستے صرف کردینا چاہیے مثلاً کسی نے سودی قرض دینا ہے اس کی اعانت کردے تاکہ وہ سود اتار دے یا اپنا جائز حق نہیں مل رہا کوئی ظلم سے دبائے بیٹھا ہے اور وہ کسی شے کا خیر خواہاں ہے اس کو سودی رقم پیش کرکے اپنا حق وصول کرے یا کسی کو ناحق جرمانہ ہو گیا تو اس سے اس کو ادا کردے ۔

غرض یہ کہ اصلاً بھلائی اور خیر کے کسی بھی کام میں اس کو خرچ نہ کیا جائے بلکہ حرام شے کو حرام طریق سے ہی نکالنا چاہیے مذکور بحث میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے ائمہ اصول فقہ کی اصطلاح میں وہ اختیار "اہون البلیتین" سے موسوم ہے ایسی پیش آمدہ صورت میں آدمی اگر دونوں ناجائز کاموں کو چھوڑ سکتا ہو تو اولی یہی ہے اور اگر یہ ہو سکے تو ہلکے کام کو اختیار کر لیا جائے ۔ اس کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کا زنا کے بالمقابل جیل کو اختیار کرنا ہے قرآن مجید میں ہے ۔

قالَ رَبِّ السِّجنُ أَحَبُّ إِلَىَّ مِمّا يَدعونَنى إِلَيهِ ۳۳ ... سورة یوسف

"یعنی "یوسف علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگار ! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے ۔

اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام رب کریم سے دونوں مصیبتوں کے ازالے کی التجا اور دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو ٹالنے پر قادر تھا لیکن ایسا نہیں ہو سکا نیز کٹوتی کی رقم وصول کرنے پر کوئی کلام نہیں ہر فرد کو بصد خوشی اپنا استحقاق حاصل کرنا چاہیے مالیت کی کمی بیشی کا معاملہ بھی احتساباً اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے ۔

وَهُوَ خَيرُ الرّٰزِقينَ ۳۹ ... سورة سبا

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ

ج1ص646

محدث فتویٰ